

خطبہ (۱۲۲)

(۱۲۲) وَمِنْ كَلَامِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اپنے اصحابؓ کو جنگ پر آمادہ کرنے کیلئے فرمایا

فِي حَثِّ أَصْحَابِهِ عَلَى الْقِتَالِ

زرہ پوش کو آگے رکھو اور بے زرہ کو پیچھے کر دو اور دانتوں کو بھیج لو کہ اس سے تلواریں سروں سے اُچٹ جاتی ہیں اور نیزوں کی انیوں کو پہلو بدل کر خالی دیا کرو کہ اس سے اُن کے رخ پلٹ جاتے ہیں۔ آنکھیں جھکائے رکھو کہ اس سے حوصلہ مضبوط رہتا ہے اور دل ٹھہرے رہتے ہیں اور آوازوں کو بلند نہ کرو کہ اس سے بزدلی دور رہتی ہے۔

فَقَدِّمُوا الدَّارِعَ، وَ أَحْزُوا الحَاسِرَ، وَ عَضُّوا عَلَى الأَصْرَاسِ، فَإِنَّهُ أُنْبَى لِلسُّيُوفِ عَنِ الهَامِ، وَ التَّوَوَّا فِي أَطْرَافِ الرِّمَاحِ، فَإِنَّهُ أَمُورٌ لِلاِسْتِنَةِ، وَ غَضُّوا الأَبْصَارَ، فَإِنَّهُ أَرْبَطُ لِلجَاشِ وَ أَسْكَنُ لِلْقُلُوبِ، وَ آمِينُوا الأَصْوَاتِ فَإِنَّهُ أَطْرَدُ لِلْفُشْلِ.

اور اپنا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دو اور نہ اسے اکیلا چھوڑو۔ اسے اپنے جوانمردوں اور عزت کے پاسانوں کے ہاتھوں ہی میں رکھو، چونکہ مصیبتوں کے ٹوٹ پڑنے پر وہی لوگ صبر کرتے ہیں جو اپنے جھنڈوں کے گرد گھیرا ڈال کر دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ وہ پیچھے نہیں ہٹتے کہ اسے (دشمنوں کے ہاتھوں میں) سونپ دیں اور نہ آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اسے اکیلا چھوڑ دیں۔ ہر شخص اپنے مد مقابل سے خود نیپے اور دل و جان سے اپنے بھائی کی بھی مدد کرے اور اپنے حریف کو کسی اور بھائی کے حوالے نہ کرے کہ یہ اور اس کا حریف ایکا کر کے اس پر ٹوٹ پڑیں۔

وَ رَأَيْتَكُمْ فَلَا تُبِينُوهَا وَ لَا تُخْلُوَهَا، وَ لَا تَجْعَلُوهَا إِلاَّ بِأَيْدِي شُجْعَانِكُمْ، وَ المَانِعِينَ الذِّمَارَ مِنْكُمْ، فَإِنَّ الصَّابِرِينَ عَلَى نُزُولِ الحَقَائِقِ هُمُ الَّذِينَ يَحْفُونَ بِرَأْيَاتِهِمْ، وَ يَكْتَنِفُونَهَا: حِفَافِيهَا، وَ وَّرَآءَهَا، وَ أَمَامَهَا، وَ لَا يَتَأَخَّرُونَ عَنْهَا فَيَسْلِمُوهَا، وَ لَا يَتَقَدَّمُونَ عَلَيْهَا فَيُفْرِدُوهَا. أَجْزَأَ أَمْرُؤُ قِرْنَهُ، وَ أَسَى أَخَاهُ بِنَفْسِهِ، وَ لَمْ يَكِلْ قِرْنَهُ إِلَى أَخِيهِ فَيَجْتَبِعَ عَلَيْهِ قِرْنَهُ وَ قِرْنَ أَخِيهِ.

خدا کی قسم! تم اگر دنیا کی تلوار سے بھاگے تو آخرت کی تلوار سے نہیں بچ سکتے۔ تم تو عرب کے جوانمرد اور سر بلند لوگ ہو۔ (یاد رکھو کہ) بھاگنے میں اللہ کا غضب اور نہ مٹنے والی رسوائی اور ہمیشہ کیلئے ننگ و عار ہے۔ بھاگنے والا اپنی عمر بڑھا نہیں لیتا اور نہ اس میں اور اس کی موت کے دن میں کوئی چیز حائل ہو جاتی ہے۔

وَ أَيْمُ اللهِ! لَئِنْ فَرَرْتُمْ مِنْ سَيْفِ العَاجِلَةِ، لَا تَسْلَمُوا مِنْ سَيْفِ الأَخِرَةِ، وَ أَنْتُمْ لَهُامِيمُ العَرَبِ، وَ السَّنَامُ الأَعْظَمُ، إِنَّ فِي الفِرَارِ مَوْجِدَةَ اللهِ، وَ الذُّلَّ اللَّازِمَ، وَ العَارَ البَاقِيَ، وَ إِنَّ الفَارَّ لَعَغِيْرٌ مَزِيدٌ فِي عُمُرِهِ، وَ لَا مَحْجُوزٌ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ يَوْمِهِ.

اللہ کی طرف جانے والا تو ایسا ہے جیسے کوئی بیسا پانی تک پہنچ جائے۔ جنت نیزوں کی انیوں کے نیچے ہے۔ آج حالات پر کھ لئے جائینگے۔ خدا کی قسم! میں ان دشمنوں سے دو بدو ہو کر لڑنے کا اس سے زیادہ مشتاق ہوں جتنا یہ اپنے گھروں کو پلٹنے کے مشتاق ہوں گے۔

خدا وندا! اگر یہ حق کو ٹھکرا دیں تو ان کے جتھے کو توڑ دے اور انہیں ایک آواز پر جمع نہ ہونے دے اور ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں تباہ و برباد کر۔ یہ اپنے موقف (شر و فساد) سے اس وقت تک ہٹنے والے نہیں جب تک تار بٹوڑ نیزوں کے ایسے وار نہ ہوں کہ (جس سے زخموں کے منہ اس طرح کھل جائیں کہ) ہوا کے جھونکے گزر سکیں اور تلواروں کی ایسی چوٹیں نہ پڑیں کہ جو سروں کو شگافہ کر دیں اور ہڈیوں کے پر نچے اڑا دیں اور بازوؤں اور قدموں کو توڑ کر پھینک دیں اور پے در پے لشکروں کا نشانہ نہ بنائے جائیں اور ایسی فوجیں ان پر ٹوٹ نہ پڑیں کہ جن کے پیچھے (کمک کیلئے) اور شہسواروں کے دستے ہوں اور جب تک کہ ان کے شہروں پر یکے بعد دیگرے فوجوں کی چڑھائی نہ ہو، یہاں تک کہ گھوڑے ان کی زمینوں کو آخر تک روند ڈالیں اور ان کے سبزہ زاروں اور چراگا ہوں کو پامال کر دیں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ: «الدَّعْوَى» کے معنی روندنے کے ہیں اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ گھوڑے اپنے سموں سے انکی زمینوں کو روند دیں۔ اور «نَوَاحِرِ أَرْضِهِمْ» سے مراد وہ زمینیں ہیں جو ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں۔ عرب اگر یوں کہیں کہ: «مَتَنَازِلُ بَيْتِي فُلَانٍ تَتَنَاحَرُ» تو اسکے معنی یہ ہوتے ہیں کہ فلاں قبیلے کے گھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں۔

الرَّاحِ إِلَى اللَّهِ كَالظَّمَانِ يَرِدُ الْمَاءَ. الْجَنَّةُ تَحْتَ أَطْرَافِ الْعَوَالِي! الْيَوْمَ تُبَلَى الْأَخْبَارُ! وَاللَّهِ! لَأَنَا أَشَوْقٌ إِلَى لِقَائِهِمْ مِنْهُمْ إِلَى دِيَارِهِمْ.

اللَّهُمَّ فَإِنْ رَدُّوا الْحَقَّ فَأَفْضُضْ جَمَاعَتَهُمْ، وَ شَتِّتْ كَلِمَتَهُمْ، وَ أَبْسِلْهُمْ بِخَطَايَاهُمْ. إِنَّهُمْ لَنْ يَرَوْوْا عَنْ مَوَاقِفِهِمْ دُونَ طَعْنِ دِرَاكِ يَخْرُجُ مِنْهُ النَّسِيمُ، وَ ضَرْبِ يَفْلِقُ الْهَامَ، وَ يُطِيحُ الْعِظَامَ، وَ يُنْدِرُ السَّوَاعِدَ وَ الْأَقْدَامَ، وَ حَتَّى يُرْمَوْا بِالْمَنَاسِرِ تَتَّبَعَهَا الْمَنَاسِرُ، وَ يُرْجَمُوا بِالْكَتَائِبِ تَقْفُوهَا الْحَلَايِبُ، وَ حَتَّى يُجَرَّ بِبِلَادِهِمُ الْخَيْبِيسُ يَتَنَوَّهُ الْخَيْبِيسُ، وَ حَتَّى تَدْعَقَ الْخَيْبُولُ فِي نَوَاحِرِ أَرْضِهِمْ، وَ بِأَعْنَانِ مَسَارِيهِمْ وَ مَسَارِحِهِمْ.

أَقُولُ: «الدَّعْوَى»: الدَّقُّ، أَيْ: تَدَقُّ الْخَيْبُولُ بِجَوَافِرِهَا أَرْضَهُمْ. وَ «نَوَاحِرِ أَرْضِهِمْ»: مُتَقَابِلَاتُهَا، يُقَالُ: مَنَازِلُ بَيْتِي فُلَانٍ تَتَنَاحَرُ، أَيْ: تَتَقَابَلُ.

حضرت نے یہ خطبہ جنگ صفین کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ یہ جنگ امیر المؤمنین علیؑ اور امیر شام معاویہ کے درمیان ۳۷ھ میں خون عثمان کے قصاص کے نام سے لڑی گئی، مگر اصل حقیقت اس کے علاوہ کچھ تھی کہ امیر شام جو حضرت عمر کے عہد سے شام کا خود مختار حکمران چلا آ رہا تھا، حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کر کے شام کی ولایت سے دستبردار ہونا نہ چاہتا تھا اور قتل عثمان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ جیسا کہ بعد کے واقعات اس کے شاہد ہیں کہ اس نے حکومت حاصل کر لینے کے بعد خون عثمان کے سلسلہ میں کوئی عملی قدم نہ اٹھایا اور بھولے سے بھی قاتلین عثمان کا نام نہ لیا۔

امیر المؤمنین علیؑ کو اگرچہ پہلے سے اس کا اندازہ تھا کہ اس سے ایک نہ ایک دن جنگ ضرور ہوگی، تاہم اس پر اتمام حجت کر دینا ضروری تھا۔ اس لیے جب ۱۲ رجب روز دو شنبہ ۳۶ھ میں جنگ جمل سے فارغ ہو کر وارد کوفہ ہوئے تو جریر بن عبد اللہؓ کی کو خط دے کر معاویہ کے پاس دمشق روانہ کیا جس میں تحریر فرمایا کہ مہاجرین و انصار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں، لہذا تم بھی میری اطاعت قبول کرتے ہوئے پہلے بیعت کرو اور پھر قتل عثمان کا مقدمہ میرے سامنے پیش کرو تا کہ میں کتاب و سنت کے مطابق اس کا فیصلہ کروں۔ مگر معاویہ نے جریر کو حیلے بہانوں سے روک لیا اور عمر و ابن عاص سے مشورہ کرنے کے بعد خون عثمان کے بہانہ سے بغاوت شروع کر دی اور شام کے سربراہ اور دہ لوگوں کے ذریعہ تنگ نظر و نافہم عوام کو یقین دلادیا کہ حضرت عثمان کے قتل کی ذمہ داری حضرت علیؑ پر عائد ہوتی ہے اور وہی اپنے طرز عمل سے محاصرہ کرنے والوں کی ہمت افزائی کرنے والے اور انہیں اپنے دامن میں پناہ دینے والے ہیں اور ادھر حضرت عثمان کا خون آلودہ پیراہن اور ان کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق کی جامع مسجد میں منبر پر لٹکا دیں جس کے گرد ستر ہزار شامی دھاڑیں مار مار کر روتے اور قصاص عثمان کے عہد و بیمان باندھتے تھے۔ جب معاویہ نے شامیوں کے جذبات اس حد تک بھڑکا دیئے کہ وہ جان دینے اور کٹ مرنے کیلئے آمادہ ہو گئے تو خون عثمان کے قصاص پر ان سے بیعت لی اور حرب و بیکار کے سروسامان کرنے میں مصروف ہو گیا اور جریر کو یہ سارا نقشہ دکھا کر نا کام ران رخصت کر دیا۔

جب امیر المؤمنین علیؑ کو جریر بن عبد اللہؓ کی زبانی ان واقعات کا علم ہوا تو آپ اس کے خلاف قدم اٹھانے پر مجبور ہو گئے اور مالک بن حبیب ربوعی کو وادی حنیبلہ میں فوجوں کی فراہمی کا حکم دیا۔ چنانچہ کوفہ اور اطراف و جوانب کے لوگ وہاں پر جوق در جوق آنے شروع ہوئے اور بڑھتے بڑھتے ان کی تعداد آسی (۸۰) ہزار سے متجاوز ہو گئی۔ حضرت نے پہلے آٹھ ہزار کا ایک ہراول دستہ زیاد بن نضر حارثی کی زیر قیادت اور چار ہزار کا ایک دستہ شریح بن ہانی کی زیر سرکردگی شام کی جانب روانہ کیا اور اس مقدمہ الجیش کی روانگی کے بعد ۵ شوال روز چہار شنبہ خود بھی بقایا لشکر کو لے کر شام کی جانب چل دیئے۔

جب حدود کوفہ سے نکلے تو نماز ظہر ادا فرمائی اور دیر ابو موسیٰ، نہرزس، قبہ قبین، بابل، دیر کعب، کربلا، ساباط، بہر سیر، انبار اور جزیرہ میں منزل کرتے ہوئے مقام رقبہ پر پہنچے۔ یہاں کے لوگ حضرت عثمان کے ہوا خواہ تھے اور یہیں پر سماک ابن مخزمہ اسدی، بنی اسد کے آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ مقیم تھا۔ یہ لوگ امیر المؤمنین علیؑ سے منحرف ہو کر معاویہ کے پاس جانے کیلئے کوفہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے

حضرتؓ کی فوج کو دیکھا تو دریائے فرات پر سے کشتیوں کا پل اتار دیا تاکہ آپؓ کی فوج ادھر سے دریا کو عبور کر کے دوسری طرف نہ جاسکے، مگر مالک اشتر کے ڈرانے دھمکانے سے وہ لوگ خوفزدہ ہو گئے اور آپس میں مشورہ کرنے کے بعد کشتیوں کو پھر سے جوڑ دیا جس سے حضرتؓ اپنے لشکر سمیت گزر گئے۔

جب دریا کے اس پار تھے تو دیکھا کہ زیاد اور شریح بھی اپنے اپنے دستوں کے ساتھ وہاں پر موجود ہیں۔ چونکہ ان دونوں نے دریائے فرات کے کنارے خشکی کا راستہ اختیار کیا تھا اور یہاں پہنچ کر جب انہیں معلوم ہوا کہ امیر شام اپنی فوج کے ہمراہ فرات کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس خیال سے کہ وہ شامی فوج کا مقابلہ نہ کر سکیں گے امیر المؤمنین علیہ السلام کے انتظار میں ٹھہر گئے تھے۔ جب ان لوگوں نے اپنے رک جانے کی وجہ بیان کی تو حضرتؓ نے ان کے عذر کو صحیح قرار دیا اور یہاں سے پھر انہیں آگے کی جانب روانہ کر دیا۔

جب یہ فیصل روم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ابوالاعور سلمیٰ سپاہ شام کے ساتھ چھاؤنی ڈالے ہوئے ہے۔ ان دونوں نے امیر المؤمنین علیہ السلام کو اس کی اطلاع دی جس پر حضرت نے مالک بن حارث اشتر کو سپہ سالار بنا کر ان کے عقب میں روانہ کر دیا اور انہیں تاکید فرمادی کہ جنگ میں پہل نہ کریں اور جہاں تک بن پڑے انہیں سمجھانے اور حقیقت حال پر مطلع کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ مالک اشتر نے وہاں پہنچ کر ان سے تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ جنگ تو ہر وقت شروع کی جاسکتی تھی مگر انہوں نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور نہ کوئی ایسا اقدام کیا کہ جس سے جنگ کے چھڑنے کی کوئی صورت پیدا ہوتی۔ مگر ابوالاعور نے اچانک رات کے وقت ان پر بلند بول دیا جس پر انہوں نے بھی تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ان کی روک تھام کیلئے آمادہ ہو گئے۔ کچھ دیر تک آپس میں جھڑپیں ہوتی رہیں۔ آخر وہ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جنگ کی ابتدا تو ہو چکی تھی۔ صبح ہوتے ہی عراقیوں کے ایک سپہ سالار ہاشم ابن عتبہ میدان میں آکھڑے ہوئے۔ ادھر سے بھی فوج کا ایک دستہ مقابلہ کیلئے اتر آیا اور دونوں طرف سے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ آخر مالک اشتر نے ابوالاعور کو اپنے مقابلہ کیلئے لگا رہا، مگر وہ ان کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکا اور شام کے وقت اپنے لشکر کو لے کر آگے کی طرف بڑھ گیا۔

دوسرے دن امیر المؤمنین علیہ السلام بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور ہراول دستوں اور فوجوں کے ہمراہ صفین کے رخ پر چل دیئے کہ جہاں معاویہ نے پہلے ہی پہنچ کر مناسب جگہوں پر مورچے قائم کر لئے تھے اور فرات کے گھاٹ پر پہرا اٹھا کر اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ حضرتؓ نے وہاں پہنچ کر اسے فرات پر سے پہرا اٹھالینے کیلئے کہلوا یا مگر اس نے انکار کیا جس پر عراقی سپاہیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور دلیرانہ حملہ کر کے فرات پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ مرحلہ طے ہو گیا تو حضرتؓ نے بشیر ابن عمرو انصاری، سعید ابن قیس ہمدانی اور شیبث ابن ربیع تمیمی کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ اسے جنگ کے نشیب و فراز سمجھائیں اور مصالحت و بیعت کیلئے آمادہ کریں۔ مگر اس نے یہ جواب دیا کہ ہم کسی طرح عثمان کے خون کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے اور اب ہمارا فیصلہ تلوار ہی کرے گی۔

چنانچہ ذی الحجہ ۳۶ھ میں دونوں فریق میں جنگ کی ٹھن گئی اور دونوں طرف سے مردان کا رازار اپنے حریف کے مقابلہ کیلئے میدان میں اتر آئے۔ حضرتؓ کی طرف سے میدان مقابلہ میں آنے والے حجر بن عدی کنندی، شیبث بن ربیع، خالد بن معمر، زیاد بن نصر، زیاد بن خصفہ تمیمی،

سعید بن قیس، قیس بن سعد اور مالک بن حارث اشتر تھے اور شامیوں کی طرف سے عبدالرحمن بن خالد مخزومی، ابو الاعور سلمی، حبیب بن مسلمہ فہری، عبداللہ ابن ذی الکلاع حمیری، عبید اللہ بن عمر بن خطاب، شریحیل ابن سمط کندی اور حمزہ بن مالک ہمدانی تھے۔ جب ذی الحجہ کا مہینہ ختم ہو گیا تو محرم میں جنگ کا سلسلہ روک دینا پڑا اور یکم صفر روز چہار شنبہ سے پھر جنگ شروع ہو گئی اور دونوں فریق تلواروں، نیزوں، تیروں اور دوسرے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہو گئے۔ حضرت اُئی کی طرف سے اہل کوفہ کے سواروں پر مالک اشتر اور پیادوں پر عمار بن یاسر اور اہل بصرہ کے سواروں پر سہیل بن حنیف اور پیادوں پر قیس بن سعد سپہ سالار متعین ہوئے اور علم لشکر ہاشم بن عقبہ کے سپرد کیا گیا اور سپاہ شام کے میمنہ پر ابن ذی الکلاع اور میسرہ پر حبیب بن مسلمہ اور سواروں پر عمرو بن عاص اور پیادوں پر ضحاک بن قیس امیر سپاہ مقرر ہوئے۔

- پہلے دن مالک اشتر اپنے دستہ کے ساتھ میدان و نما میں آئے اور ادھر سے ان کے مقابلہ میں حبیب بن مسلمہ اپنی فوج کو لے کر نکلا اور دونوں طرف سے خوزیر جنگ شروع ہو گئی اور دن بھر تلوار میں تلواروں سے اور نیزے نیزوں سے ٹکراتے رہے۔
- دوسرے دن ہاشم بن عقبہ سپاہ علوی کے ساتھ نکلے اور ادھر سے ابو الاعور سوار و پیادے لے کر مقابلہ میں آیا اور جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو سوار سواروں پر اور پیادے پیادوں پر ٹوٹ پڑے اور بڑے صبر و استقلال سے ایک دوسرے پر وار کرتے اور بہتے رہے۔

- تیسرے دن عمار بن یاسر اور زیاد بن نصر سوار و پیادے لے کر نکلے اور ادھر سے عمرو بن عاص سپاہ کثیر لے کر بڑھا۔ زیاد نے فوج مخالف کے سواروں پر اور عمار یاسر نے پیادوں پر ایسے جوش و خروش سے حملے کئے کہ سپاہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور وہ تاب مقاومت نہ لاکر اپنی قیام گاہوں کی طرف پلٹ گئے۔

- چوتھے دن محمد بن حنفیہ اپنے دستہ فوج کے ساتھ میدان میں آئے اور ادھر سے عبید اللہ بن عمر شامیوں کے لشکر کے ساتھ بڑھا اور دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔

- پانچویں دن عبداللہ بن عباس آگے بڑھے اور ادھر سے ولید بن عقبہ سامنے آیا۔ عبداللہ بن عباس نے بڑی پامردی و جرأت سے حملے کئے اور اس طرح جو ہر شجاعت دکھائے کہ دشمن میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

- چھٹے دن قیس بن سعد انصاری فوج کو لے کر بڑھے اور ان کے مقابلہ میں ذوالکلاع اپنا دستہ لے کر بڑھا اور ایسا سخت رن پڑا کہ قدم قدم پر لاشے تڑپتے اور خون کے سیلاب بہتے ہوئے نظر آنے لگے۔ آخر رات کے اندھیرے نے دونوں لشکروں کو جدا کر دیا۔

- ساتویں دن مالک اشتر نکلے اور ان کے مقابلہ میں حبیب بن مسلمہ اپنی سپاہ کے ساتھ بڑھا اور نظر تک معرکہ کارزار گرم رہا۔
- آٹھویں دن خود امیر المؤمنین علیہ السلام لشکر کے جلو میں نکلے اور اس طرح حملہ کیا کہ میدان میں زلزلہ آگیا اور صفوں کو چیرتے اور تیر و سنان کے حملے روکتے ہوئے دونوں صفوں کے درمیان آکھڑے ہوئے اور معاویہ کو لاکارا جس پر وہ عمرو بن عاص کو لئے ہوئے کچھ قریب آیا تو

آپؐ نے فرمایا:

أُبْرُؤْ إِلَى، فَأَيُّمَا قَتَلْتُمْ صَاحِبَهُ فَأَلَا مَوْلَاهُ.

تم خود میرے مقابلہ کیلئے نکلو اور پھر جو اپنے حریف کو مارے وہ خلافت کو سنبھال لے۔^۱

جس پر عمرو ابن عاص نے معاویہ سے کہا کہ علیؑ بات تو انصاف کی کہتے ہیں۔ ذرا جرأت کرو اور مقابلہ کر دیکھو۔ معاویہ نے کہا کہ میں تمہارے تانے کی وجہ سے اپنی جان گنوانے کیلئے تیار نہیں اور یہ کہہ کر واپس ہو گیا۔ حضرتؑ نے اسے جاتے دیکھا تو مسکرا کر خود بھی لوٹ آئے۔

امیر المومنینؑ نے صفین کے میدان میں جس بے جگری سے حملے کئے اسے اعجازی قوت ہی کا کرشمہ کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ جب بھی آپؑ میدان میں لکارتے ہوئے نکلتے، دشمن کی صفین ابتری اور سراسیمگی کے عالم میں منتشر ہو جاتیں اور جی توڑ کر لڑنے والے بھی آپؑ کے مقابلہ میں آنے سے پھچکچا نے لگتے۔ اسی لئے حضرتؑ بعض دفعہ لباس تبدیل فرما کر میدان میں آتے تاکہ دشمن پہچان نہ سکے اور کوئی دبدبو ہو کر لڑنے کیلئے تیار ہو جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ عباس ابن ربیعہ کے مقابلہ میں ادھر سے غز ابن ادہم نکلا اور دونوں داؤ پیچ دکھاتے رہے مگر کوئی اپنے حریف کو شکست نہ دے سکا۔ اتنے میں عباس کو اس کی زرہ کا ایک حلقہ ڈھیلا دکھائی دیا۔ چنانچہ انہوں نے نہایت چابکدستی سے اس حلقہ کو تلوار کی نوک میں پرو لیا اور جھنکادے کر زرہ کے حلقے چیر ڈالے اور پھر تاک کر ایسا وار کیا کہ تلوار اس کے سینے کے اندر اتر گئی۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ معاویہ اس آواز پر چونکا اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ غز امارا گیا تو پیچ و تاب کھانے لگا اور پکار کر کہا کہ کوئی ہے جو عباس کو قتل کر کے غز کا بدلہ لے۔ جس پر قبیلہ بنی لخم کے دو شیرازن اٹھ کھڑے ہوئے اور عباس کو اپنے مقابلہ میں لکارا۔ عباس نے کہا کہ میں اپنے امیر سے اجازت لے کر آتا ہوں اور یہ کہہ کر حضرتؑ کے پاس اجازت طلب کرنے کیلئے آئے۔ حضرتؑ نے انہیں روک کر ان کا لباس خود پہن لیا اور انہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آگئے۔ لخمی آپؑ کو عباس سمجھ کر کہنے لگا کہ: کیا اپنے امیر سے اجازت لے آئے ہو؟ حضرتؑ نے جواب میں اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلِمُوا ۗ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝﴾^۲: ”جن (مسلمانوں) کے خلاف (کافر) لڑا کرتے ہیں اب انہیں بھی جنگ کی اجازت ہے، کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔“

اب ان میں سے ایک فیل مست کی طرح چنگھڑا ہوا نکلا اور آپؑ پر حملہ کیا مگر آپؑ نے اس کا وار خالی جانے دیا اور پھر اس طرح صفائی سے اس کی کمر پر تلوار چلائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ وار خالی گیا ہے مگر جب اس کا گھوڑا اچھلا تو اس کے دونوں ٹکڑے الگ الگ زمین پر جا پڑے۔ اس کے بعد دوسرا نکلا اور وہ بھی چشم زدن میں ڈھیر ہو گیا۔ پھر حضرتؑ نے دوسروں کو مقابلہ کیلئے لکارا مگر دشمن تلوار کے وار سے سمجھ گیا کہ عباس کے بھیس میں خود امیر المومنینؑ ہیں اس لئے کسی نے سامنے آنے کی جرأت نہ کی۔

^۱ واقعہ صفین، ص ۲۷۵۔

^۲ سورہ حج، آیت ۳۹۔

• نویں دن میمنہ عبد اللہ ابن بدیل کے اور میسرہ عبد اللہ ابن عباس کے زیرِ کمان تھا اور قلب لشکر میں خود امیر المؤمنین علیؑ رونق افزا تھے اور ادھر سے حبیب ابن مسلمہ سپاہ شام کی قیادت کر رہا تھا۔ جب دونوں صفیں ایک دوسرے کے قریب ہوئیں تو بہادروں نے تواریں سونت لیں اور ایک دوسرے پر پھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ پڑے اور ہر طرف رن پر رن پڑنے لگا۔ حضرتؑ کے میمنہ لشکر کا علم بنی ہمدان کے ہاتھوں میں گردش کر رہا تھا۔ چنانچہ جب بھی ان میں سے کوئی شہید ہو کر گرتا تھا تو دوسرا بڑھ کر علم اٹھا لیتا۔ پہلے کریب ابن شریح نے علم سپاہ بلند کیا۔ ان کے شہید ہونے پر شریح ابن شریح نے، پھر مرثد ابن شریح نے، پھر بیہرہ ابن شریح نے، پھر ندیم ابن شریح نے۔ ان سب بھائیوں کے مارے جانے کے بعد عمیر ابن بشیر نے بڑھ کر علم لے لیا۔ ان کے شہید ہونے کے بعد حارث ابن بشیر نے اور پھر وہب ابن کریب نے اٹھا لیا۔ آج دشمن کا زیادہ زور میمنہ ہی پر تھا اور اس کے حملے اتنے شدید تھے کہ میمنہ لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگا اور رئیس میمنہ عبد اللہ ابن بدیل کے ہمراہ صرف دو تین سو آدمی رہ گئے۔ امیر المؤمنین علیؑ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو مالک اشتر سے فرمایا: ذرا انہیں پکارو اور کہو کہ کہاں بھاگے جا رہے ہو، اگر زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں تو بھاگ کر موت سے بچ نہیں سکتے۔ ادھر میمنہ لشکر کی ہزیمت سے قلب لشکر کا متاثر ہونا بھی چونکہ ضروری تھا اس لئے حضرتؑ میسرہ کی طرف مڑ گئے اور صفوں کو چیر کر آگے بڑھ رہے تھے کہ بنی امیہ کے ایک غلام احمر نامی نے حضرتؑ سے کہا کہ: خدا مجھے مارے اگر میں آج آپ کو قتل نہ کروں۔ یہ سن کر حضرتؑ کا غلام کیسان اس کی طرف جھپٹا مگر اس کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔ حضرتؑ نے یہ دیکھا تو بڑھ کر اسے دامن زرہ سے پکڑ لیا اور اونچالے جا کر اس طرح زمین پر پٹکا کہ اس کے جوڑ بندالگ ہو گئے اور امام حسن علیؑ اور محمد ابن حنفیہ نے بڑھ کر اسے دارا بواریں پہنچا دیا۔

ادھر مالک اشتر کے لکارنے اور شرم و غیرت دلانے سے بھاگنے والے پلٹ پڑے اور پھر جم کر اس طرح حملہ کیا کہ دشمن کو ڈھکیلتے ہوئے وہیں پہنچ گئے جہاں عبد اللہ ابن بدیل زخمی گھرے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے اپنے آدمیوں کو دیکھا تو ان کی ہمت بندھ گئی اور تواریں سونت کر معاویہ کے خیمہ کی طرف لپکے۔ مالک اشتر نے انہیں روکنا چاہا مگر وہ نہر کے اور سات شامیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر معاویہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے۔ معاویہ نے جب انہیں بڑھتے دیکھا تو ان پر پتھراؤ کا حکم دیا جس سے آپ نڈھال ہو کر گر پڑے اور شامیوں نے ہجوم کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ مالک اشتر نے یہ دیکھا تو قبیلہ ہمدان اور بنی مذحج کے جنگجوؤں کے ہمراہ معاویہ پر حملہ کرنے کیلئے بڑھے اور اس کے گرد حلقہ کرنے والے حفاظتی دستوں کو منتشر کرنا شروع کیا۔ جب ان کے پانچ حلقوں میں سے صرف ایک حلقہ منتشر ہونے سے رہ گیا تو معاویہ نے گھوڑے کی رکاب میں پیر رکھ دیا اور بھاگنے پر تیار ہو گیا مگر ایک شخص کے ڈھارس بندھانے سے پھر رک گیا۔

ادھر میدان کارزار میں عمار ابن یاسر اور ہاشم ابن عقبہ کی تلواروں سے اس سرے سے لے کر اس سرے تک تلاطم برپا تھا۔ حضرت عمار جدھر سے ہو کر گزرتے تھے صحابہ ہجوم کر کے آپ کے ساتھ ہو لیتے تھے اور پھر مل کر اس طرح حملہ کرتے تھے کہ دشمن کی صفوں میں تہلکہ مچ جاتا تھا۔ معاویہ نے جب ان کو بڑھتے دیکھا تو اپنی تازہ دم فوجیں ان کی طرف جھونک دیں۔ مگر آپ تلواروں اور سنانوں کے ہجوم میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ آخر ابو عادیہ مری نے آپ پر نیزہ لگایا جس سے آپ سنبھل نہ سکے اور ابن جون نے آگے بڑھ کر آپ کو

شہید کر دیا۔ عمار یاسر کی شہادت سے معاویہ کی فوج میں پھل مچ گئی، کیونکہ ان کے متعلق پیغمبر ﷺ کا ارشاد: «تَقْتُلُ عَمَّارَ الْفَيْئَةَ الْبَاغِيَةَ» ہے: «عمار ایک باغی گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوں گے» وہ سن چکے تھے۔ چنانچہ ان کی شہادت سے پہلے ذوالکلاع نے عمرو ابن عاص سے کہا بھی تھا کہ میں عمار کو علیؑ کے ساتھ دیکھ رہا ہوں، کیا وہ باغی گروہ ہم ہی تو نہیں؟ جس پر عمرو نے یہ کہا تھا کہ: آخر میں عمار ہمارے ساتھ مل جائیں گے۔ مگر جب وہ امیر المؤمنین علیؑ کی طرف سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو اگرچہ باغی گروہ بے نقاب ہو چکا تھا اور کسی تاویل کی گنجائش نہ رہی تھی مگر معاویہ نے شامیوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ: عمار کے قاتل ہم نہیں بلکہ علیؑ ہیں، چونکہ وہی انہیں میدان جنگ میں لانے والے ہیں۔ امیر المؤمنین علیؑ نے یہ پد فریب جملہ سنا تو فرمایا کہ: پھر حمزہ کے قاتل رسول اللہ ﷺ تھے جو انہیں میدان احد میں لائے تھے۔ اس معرکہ میں ہاشم ابن عبد مہدی بھی کام آگئے جو حادثہ ابن منذر کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور ان کے بعد علم لشکر ان کے فرزند عبداللہ نے سنبھال لیا۔

جب ایسے ایسے جان نثار ختم ہو چکے تو حضرت نے قبیلہ ہمدان اور بیعہ کے جو ان مردوں سے کہا کہ تم میرے لئے بمنزلہ زرہ اور نیزہ کے ہو۔ اٹھو اور ان باغیوں کو کئی فرکر دار تک پہنچاؤ۔ چنانچہ قبیلہ ربیعہ و ہمدان کے بارہ ہزار نبرد آزما شمشیر بکت اٹھ کھڑے ہوئے۔ علم لشکر حصین ابن منذر نے اٹھالیا اور دشمن کی صفوں میں گھس کر اس طرح تلواریں چلائیں کہ سر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ لاشوں کے انبار لگ گئے اور ہر طرف خون کے سیلاب بہہ نکلے مگر ان شمشیر زلوں کے حملے کسی طرح رکنے میں نہ آتے تھے۔ یہاں تک کہ دن اپنی ہولناکیوں کے ساتھ سمٹنے لگا اور شام کے بھیانک اندھیرے پھیلنے لگے اور وہ دہشت انگیز و بلاخیز رات شروع ہوئی جسے تاریخ میں ”لیلیۃ الہریز“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جس میں ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ، گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اور شامیوں کی چیخ و پکار کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ امیر المؤمنین علیؑ کے باطل شکن نعروں سے ایک طرف دلوں میں ہمت و شجاعت کی لہریں دوڑ رہی تھیں اور دوسری طرف سینوں میں کلیجے دہل رہے تھے۔ جنگ اپنے پورے زوروں پر تھی، تیر اندازوں کے ترکش خالی ہو چکے تھے، نیزوں کی چوہیں ٹوٹ چکی تھی، صرف تلواروں سے دست بدست جنگ ہوتی رہی اور کشتوں کے پستے لگتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہونے تک مقتولین کی تعداد تیس ہزار سے متجاوز ہو گئی۔

● دسویں دن امیر المؤمنین علیؑ کے لشکریوں کے وہی دم خم تھے۔ میمنہ پر مالک اشتر اور میسرہ پر ابن عباس متعین تھے اور تازہ دم سپاہیوں کی طرح حملوں پر حملے کئے جا رہے تھے۔ شامیوں پر شکست کے آثار ظاہر ہو چکے تھے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلنے کو تیار ہی تھے کہ پانچ سو (۵۰۰) قرآن نیزوں پر بلند کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا گیا۔ چلتی ہوئی تلواریں رک گئیں، فریب کا حربہ چل نکلا اور باطل کے اقتدار کھیلنے راستہ ہموار ہو گیا۔ اس جنگ میں ۴۵ ہزار شامی مارے گئے اور ۲۵ ہزار عراقی شہید ہوئے۔

(کتاب صفین، نصر ابن مزاحم المنقری المتونی ۲۱۲ھ۔ تاریخ طبری)

